تصوف و عرفان اسلامی

حضرت علیؑ سرچشمۂ عرفان

پروفیسر سید محمد عزیز الدین حسین ہمدانی

تصوف و عرفان کا تعلق صفائی باطن یا تصفیہ اخلاق و اصلاح و تعمیر ظاہری اور باطنی تعمیر ہے۔ ابوجحیفہ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ ہمارے ساتھ تشریف فرما تھے ایسی حالت میں آپ کا رنگ متغیر تھا آپ نے فرمایا ”دنیا کی صفائی گئی اور کدورت باقی رہ گئی پس آج کل ہر مسلمان کے لئے موت ایک تحفہ ہے“۔[1] جب کوئی شخص عرفان کے ان رازہائے بستہ کی تلاش میں نکلتا ہے تو اس کے اندر کی روشنی اس میں مددگار ہوتی ہے۔ اور یہ روشنی اس کی اپنی اندرونی پاکیزگی کے ساتھ بڑھتی چلی جاتی ہے اور آخرکار اسے نفسانی خواہشات اور دنیاوی لذات سے دور کردیتی ہے زہد و فقر سے اس کو جلا حاصل ہوتی ہے۔ صرف ایک قوت جو تصوف و عرفان کی ترک لذات دنیوی سے ہمکنار کرتی ہے وہ ہے عشق۔ یہ اس راہ میں تمام تکالیف کو برداشت کرنے کی قوت عطا کرتی ہے۔

تصوف و عرفان سے متعلق تصورات قرآن حکیم میں موجود ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ”بیشک اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کئے رہتے ہیں اور جو لوگ حسن سلوک اختیار کئے رہتے ہیں“۔[2] قرآن حکیم میں ارشاد ہو رہا ہے ”اور اگر تم صبر اختیار کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو یہ معاملات کو پختگی سے انجام دینے کا طریقہ ہے“۔[3] پھر ارشاد باری ہے ”سو تم نیک کاموں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے میں کوشش کرو۔[4] پھر ارشاد ہو رہا ہے ”اور دنیوی زندگی تو کچھ بھی نہیں بجز کھیل تماشے کے اور تقویٰ رکھنے والوں کے حق میں یقیناً آخرت کا گھر کہیں بہتر ہے تو کیا تم عقل سے کام ہی نہیں لیتے“۔[5] اللہ صبر کو ترجیح دیتا ہے اور قرآن حکیم نے واضح کردیا ”اور اللہ صبر کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے“۔[6] اور نیک کام کرتے رہو یقیناً وہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا

۱- رسالہ قشیریہ، ص۱۲۶ ۲- النحل: ۱۲۸ ۳- آل عمران: ۱۸۶ ۴- البقرہ: ۱۴۸

۵- الانعام: ۳۲ ۶- البقرہ: ۲۴۹

ہے۔[1] ارشاد باری تعالیٰ ہے" آپ نیکی سے بدی کو ٹال دیا کیجئے تو پھر یہ ہوگا کہ جس شخص میں اور آپ میں عداوت ہے وہ ایسا ہوجائے گا جیسے وہ آپ کا دلی دوست ہے۔[2] پھر ارشاد فرماتا ہے "ایسے لوگ جنہیں خرید وفروخت ذکر خدا، نماز و زکوٰۃ سے غافل نہیں کرتی"۔[3] جب عرفان کامل کے ساتھ حق تعالیٰ کی محبت و عشق کا جذبہ بھی عارف کے دل میں پیدا ہوجاتا ہے تو وہ اپنی عبدیت کی تحقیق کے ساتھ جنت ذات میں داخل ہوجاتا ہے اور ہر وقت چشمہ قرب سے شراب محبت میں سرشار رہتا ہے دعوتی کلمہ لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے جزو اول سے بھی ہمیں یہی عرفان حاصل ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآنی جمالیات کا مکمل اور اعلیٰ ترین نمونہ و پیکر ہیں جیسا کہ قرآن حکیم میں آپ کے لئے ارشاد ہوا۔ بے شک تم خُلق عظیم پر فائض ہو۔ آپؐ نے فرمایا مومن سراپا الفت و محبت ہے اس آدمی میں سرے سے کوئی بھلائی نہیں جو نہ دوسرے لوگوں سے محبت کا سلوک کرے اور نہ دوسرے ہی اس سے محبت کریں۔ (مشکوٰۃ) حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ صحابہ نے رسول اللہؐ سے عرض کیا یا رسول اللہؐ کونسا مسلمان افضل ہے فرمایا جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان سلامت رہیں. حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا "نیکی کی رہنمائی کرنے والا نیکی کرنے والے کے مثل ہے اور اللہ تعالیٰ مصیبت زدہ کی دستگیری کو پسند کرتا ہے۔ ہمارے نبیؐ کا ارشاد ہے کہ تمام عالم کے لئے دعا مانگو شاید اللہ تعالیٰ تم پر بھی رحم کرے "پیغمبر کا فخر" "میرا فقر میرا امتیاز ہے" حضور انور اس دعاء سے محبت ہی کو طلب کرنے کی تعلیم دے رہے ہیں۔ کیونکہ عرفان کے بغیر رویت نہیں اور رویت و محبت کے بغیر لذت نہیں۔ ظاہر ہے کہ جس چیز کی معرفت ہی نہ ہو۔ انسان کو اس کی رویت کا بھی اشتیاق نہ ہوگا اور جس کو اشتیاق ہی نہ ہو اس کو رویت سے لذت بھی حاصل نہیں ہوگی۔ لہٰذا لذت کی حقیقت محبت ہے اور محبت رویت پر منحصر ہے اور رویت بغیر معرفت کے ناممکن۔ ظاہر ہے کہ عرفان و عشق دونوں ضروری ہیں اور ان ہی کا نتیجہ لذت ہے۔ رسول اللہؐ نے اپنی بعثت کا مقصود ہی مکارم اخلاق کی تکمیل بیان کرنے پر رکھا۔

حضرت علیؑ کی شخصیت کی تعمیر میں آنحضرتؐ کا بڑا اہم کردار رہا ہے۔ مولا علیؑ کی شخصیت کے مختلف عناصر کی تشکیل بلاواسطہ رسولِ خداؐ کی نگرانی میں ہوئی یہاں تک کہ آپ کی ذات گرامی نبوت

۱-البقرہ: ۱۹۰ ۲-حم السجدہ: ۳۴ ۳-نور: ۳۷

اور اس کی خصوصیات کے علاوہ رسول خداؐ کی شخصیت کے مختلف فکری اور اعتقادی زاویوں کی ایک حقیقی تصویر بن گئی۔ حضرت عمار یاسر فرماتے ہیں "رسول خدا نے علی کو مخاطب کر کے فرمایا" خداوند عالم تمہیں ایسے زیورات سے سجائے جن سے اس نے اپنے کسی بندے کو آراستہ نہ کیا ہو۔ وہ خدا کے خالص اور نیک بندوں کا مخصوص زیور ہے جو زہد اور دنیا سے بے رغبتی ہے تمہیں خدا نے ایسا بنایا ہے کہ تم دنیا کی کسی بھی شے سے اپنے آپ کو آلودہ نہ کرو"۔ ۱

ام سلمیٰ سے روایت ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ خداوند عالم نے ہر نبی کے لئے ایک وصی منتخب کیا ہے اور میرے بعد علیؑ میری عترت، میرے اہل بیت اور میری امت میں میرے وصی ہیں" شیخ شرف الدین یحییٰ منیری فرماتے ہیں قاضی نے عرض کی کہ اس آیت کریمہ: **و یطعمون الطعام علی حبه مسکیناً و یتیماً و اسیرا.** اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت میں مسکین اور یتیم اور اسیر کو۔ کا نزول کس کے حق میں ہے؟ حضرت مخدوم عظمہ اللہ نے فرمایا اس کا نزول امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے حق میں ہے اس کا قصہ یوں ہے کہ امیر المومنین حسن و حسین رضی اللہ عنہما علیل ہو گئے۔ حضور پر نور رسول خداؐ ان دونوں کو دیکھنے کے لئے آئے۔ سیدۃ النسا فاطمۃ الزہراؑ اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما سے فرمایا۔ آپ دونوں منت مان لیجئے۔ اس نذر کی برکت سے خداوند تعالیٰ انہیں شفا عطا فرمائے گا۔ امیر المومنین حضرت علیؑ اور سیدۃ النسا فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے تین روزوں کی نذر مان لی۔ اس وقت فضہ نامی کنیز بھی آپ کے پاس تھیں انہوں نے بھی ان دونوں کی موافقت میں منت مان لی اس کے بعد اللہ رب العزت نے امیر المومنین حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو شفا عطا فرمائی اس کے بعد منت ادا کرنے کے لئے روزہ رکھنا شروع کیا۔ پہلے دن جب روزہ رکھا تو شام کے وقت تین روٹیاں پکائیں۔ افطار کے لئے جب روٹی سامنے رکھی گئی اس وقت ایک مسکین نے آ کر صدا دی کہ اے اہل بیت نبوت والرحمہ مسکینوں میں سے ایک مسکین ہوں مجھے کھلایئے۔ امیر المومنین حضرت علیؑ و فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی دونوں روٹیاں اس مسکین کو دیدیں اور ان کی کنیز نے بھی اپنی روٹی دے دی۔ اور پھر دوسرے اور تیسرے دن بھی ایسا ہی ہوا۔ اس کے بعد جناب جبرئیل علیہ السلام یہ آیہ کریمہ لے کر حضور کے پاس آئے۔ اس آیت کا نزول انہیں کے حق میں ہے اس کام کا صدور چونکہ انہیں اہل بیت سے ہوا اس لئے مفسرین کا اس پر اتفاق ہے اس آیت کا نزول انہیں کے حق میں ہے۔ ۲ حافظ

۱- مناقب آل ابی طالب، ص ۲۹۴ ۲- معدن المعانی، ص ۵۰۷

شاہ محمد علی حیدر، "مناقب المرتضیٰ من مواھب المصطفیٰ" میں غدیر کا واقعہ ان الفاظ میں رقم فرماتے ہیں۔ "جس سال حضور اکرمؐ نے حج آخر کیا، راستے میں ایک جگہ ٹھہر کر رسول خدا نے حکم دیا: نماز با جماعت پڑھی جائے۔ اس کے بعد آپ نے علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: کیا میں مومنوں کے نفسوں پر ان سے زیادہ حقدار نہیں ہوں؟ تو انہوں نے کہا کیوں نہیں؟ تب آنحضرتؐ نے فرمایا: تو یہ علی بھی اس کے ولی ہیں جس کا میں مولا ہوں۔ پروردگارا! اسے دوست رکھنا جو اسے دوست رکھے اور اسے دشمن رکھنا جو اس سے دشمنی کرے" اس دور کی اہم شخصیات جن حضرات نے حدیث غدیر کو روایت کیا ہے ان میں حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت عباس بن المطلب، حضرت عمار یاسر، حضرت ام سلمی، حضرت فاطمہ بنت حمزہ وغیرہ کے نام بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ ابن حجر کی صواعق محرقہ میں ابن المسیب سے روایت کرتے ہیں کہ "حضرت عمر فرماتے تھے اشراف کو قبول کرو اور ان کو دوست رکھو اور کمینہ آدمیوں سے آبرو بچاؤ اور یہ سمجھ لو کہ کوئی شرف تمام نہیں ہوتا بغیر علی کی ولایت کے۔[۱] اموی حکمراں عمر بن عبدالعزیز کا قول ہے۔ رسول اللہؐ کے بعد امت مسلمہ میں کوئی شخص ایسا نظر نہیں آتا جو علی سے زیادہ زاہد ہو انہوں نے اینٹ پر اینٹ نہیں رکھی یہاں تک کہ سرکنڈوں کی چھت بھی نہ بنائی۔[۲]

مولانا ضیاء الدین برنی جو حضرت نظام الدین اولیاء کے مرید تھے، لکھتے ہیں "صحابہ میں مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کئی حیثیتوں سے مسلمہ طور پر شرف حاصل ہے۔ سب سے پہلے یہ کہ وہ رسول اللہؐ کے چچازاد بھائی۔ دوسرے یہ کہ حضرت مصطفیٰؐ نے حضرت علی کی ماں اور باپ کی تربیت میں پرورش پائی۔ تیسرے یہ کہ رسول اللہؐ کے نور نظر یعنی حسن و حسین کے باپ تھے۔ چوتھے یہ کہ پیغمبرؐ نے ان کو صحابہ میں سب سے بڑا زاہد کہا ہے، پانچویں یہ کہ صحابہ میں وسعتِ علم کے لحاظ سے ان کی نظیر نہ تھی، چھٹے یہ کہ بیعت اسلام سے پہلے بھی، کفر و شرک ان کے دل میں ایک لحہ کے لئے بھی داخل نہ ہوا۔ ساتویں یہ کہ ان کی سخاوت کے متعلق چند آیتیں نازل ہوئیں۔[۳] عقبہ بن علقمہ بیان کرتے ہیں کہ میں علی کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ آپ کے سامنے سوکھی ہوئی روٹیاں رکھی ہوئی ہیں اور اس کے ٹکڑے کھا رہے ہیں۔ میں نے کہا: امیرالمومنین آپ یہ کھاتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا رسول خداؐ اس سے زیادہ خشک روٹی کھاتے تھے اور اس سے زیادہ کھردرا لباس پہنتے تھے۔ لہٰذا میں نے اگر ان باتوں پر

۱- صواعق محرقہ، ص ۱۰۹ ۲- تذکرۃ الخواص، ص ۱۱۷ ۳- تاریخ فیروز شاہی، ص ۳۵

عمل نہ کیا جن پر آنحضرتؐ عمل کرتے تھے تو مجھے ڈر ہے کہ میں ان سے ملحق ہی نہ ہوسکوں گا۔ آپ فرماتے ہیں کہ حکم خدا کو وہی شخص رائج کرسکتا ہے جو سازش، ضعیف عمل اور ہوائے نفس کی پیروی کرنے والا نہ ہو۔ ان ہی خصائص کی بنا پر زیادہ تر صوفیائے کرام مولا علی کی ولایت کے قائل ہیں۔

تربیت، علم و تعلیم کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے اپنے بیٹے حسن سے خطاب کرتے ہیں۔ "تمہاری اخلاقی تربیت بھی پیش نظر ہے لہٰذا مناسب سمجھا کہ یہ تعلیم و تربیت اس حالت میں ہو کہ تم نوعمر اور بساط دہر پر تازہ وارد ہو اور تمہاری نیت کھری اور نفس پاکیزہ ہو اور میں نے چاہا تھا کہ پہلے کتاب خدا، احکام شرع اور حلال و حرام کی تعلیم دوں اور اس کے علاوہ دوسری چیزوں کا رخ نہ کروں لیکن یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ کہیں وہ چیزیں جن میں لوگوں کے عقائد اور مذہبی خیالات میں اختلاف ہے تم پر اسی طرح مشتبہ نہ ہو جائیں جیسے ان پر مشتبہ ہوگئی ہیں باوجود یہ کہ ان غلط عقائد کا تذکرہ تم سے مجھے ناپسند تھا۔ مگر اس پہلو کو مضبوط کردینا تمہارے لئے مجھے بہتر معلوم ہوا"۔[1] پھر علم کے حصول کے سائنٹفک طریقہ پر جو آج جدید تاریخ نگاری میں رائج ہے فرماتے ہیں "جس راہ پر تمہارے آباواجداد اور تمہارے گھرانے کے افراد چلتے رہے ہیں اسی پر چلتے رہو لیکن اگر تمہارا نفس اس کے لئے تیار نہ ہو کہ بغیر ذاتی تحقیق سے علم حاصل کئے ہوئے جس طرح انہوں نے حاصل کیا تھا ان باتوں کو قبول کرے تو بہر حال یہ لازم ہے کہ تمہارے طلب کا انداز سیکھنے اور سمجھنے کا ہو اور جب یہ یقین ہو جائے کہ اب تمہارا دل صاف ہوگیا ہے اور اس میں اثر لینے کی صلاحیت پیدا ہوگئی ہے اور ذہن پورے طور پر یکسوئی کے ساتھ تیار ہے اور تمہارا ذوق و شوق ایک نقطۂ نظر پر جم گیا ہے تو پھر ان مسائل پر غور کرو جو میں نے تمہارے سامنے بیان کئے ہیں۔[2]

علمائے بےعمل کی مذمت ان الفاظ میں فرماتے ہیں "تم کو ان لوگوں میں سے نہ ہونا چاہئے کہ جو عمل کے بغیر حسن انجام کی امید رکھتے ہیں اور امیدیں بڑھا کر توبہ کو تاخیر میں ڈال دیتے ہیں جو دنیا کے بارے میں زاہدوں کی سی باتیں کرتے ہیں مگر ان کے اعمال دنیا طلبوں کے لئے ہوتے ہیں۔ اگر دنیا انہیں ملے تو وہ سیر نہیں ہوتے اور اگر نہ ملے تو قناعت نہیں کرتے جو انہیں ملا ہے اس پر شکر سے قاصر رہتے ہیں اور جو بچ رہا ہے اس کے اضافے کے خواہشمند رہتے ہیں۔ دوسروں کو منع کرتے ہیں اور خود باز نہیں آتے۔[3] عالم بےعمل کی مزید مذمت وضاحت کے ساتھ ان الفاظ میں فرماتے ہیں

۱- نہج البلاغہ ۶۹۳ ۲- نہج البلاغہ ۷۰۲ ۳- نہج البلاغہ ۸۵۳

''وہ عالم جو اپنے علم کے مطابق عمل نہیں کرتا وہ اس سرگرداں جاہل کے مانند ہے جو جہالت کی سرمستیوں سے ہوش میں نہیں آتا۔ بلکہ اس پر اللہ کی حجت زیادہ ہے اور اللہ کے نزدیک وہ زیادہ قابل مذمت ہے''۔[1]

قرآن حکیم کی اس آیت یعنی ''نصیحت و عبرت حاصل کرو گذرے ہوئے لوگوں کے اچھے اور برے معاملات سے'' آپ فرماتے ہیں ''اگرچہ میں نے اتنی عمر نہیں پائی جتنی اگلے لوگوں کی ہوا کرتی تھی۔ پھر بھی میں نے ان کی کارگذاریوں کو دیکھا، ان کے حالات و واقعات میں غور کیا اور ان کے چھوڑے ہوئے نشانات میں سیر و سیاحت کی، یہاں تک کہ گویا میں بھی انہیں میں کا ایک ہو چکا ہوں بلکہ ان سب کے حالات و معلومات جو مجھ تک پہونچ گئے ہیں ان کی وجہ سے ایسا ہے کہ گویا میں نے ان کے اول سے لے کر آخر تک کے ساتھ زندگی گزاری ہے''۔[2] یہ مولا علی کا نہایت اہم خطبہ ہے اس لئے کہ اس خطبہ میں آپ نے تاریخ کے مطالعہ کی اہمیت کو واضح الفاظ میں بیان فرمایا ہے جو زہد و عرفان کے سفر میں بڑی مدد کی حامل ہے۔ لیکن آج ہمارا حشر یہ ہے کہ ہم اپنی تاریخ سے ہی واقف نہیں۔

پھر حصول علم کے بعد کیا ہوتا ہے آپ فرماتے ہیں ''علم نے انہیں ایک دم حقیقت و بصیرت کے انکشافات تک پہنچا دیا ہے وہ یقین و اعتماد کی روح سے گھل مل گئے ہیں اور ان چیزوں کو جنہیں آرام پسند لوگوں نے دشوار قرار دے رکھا تھا اپنے لئے سہل و آسان سمجھ لیا ہے اور جن چیزوں سے جاہل بھڑک اٹھتے ہیں ان سے وہ جی لگائے بیٹھے ہیں وہ ایسے جسموں کے ساتھ دنیا میں رہتے ہیں کہ جن کی روحیں ملاء اعلیٰ سے وابستہ ہیں۔ یہی لوگ تو زمین میں اللہ کے نائب اور اس کے دین کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔ ہائے ان کی دید کے لئے میرے شوق کی فراوانی۔[3] مولا علی کے قول کے مطابق اولیاء اللہ کی شناخت یہ طے پائی کہ وہ عالم باعمل ہوں گے اور ایسی شخصیات کو آپ نے اللہ کا نائب قرار دیا اس لئے کہ یہی لوگ دوسرے لوگوں کو دین کی دعوت دیں گے۔

پھر آپ ہدایت فرماتے ہیں'' کہ اللہ کا کوئی شریک نہ ٹھہراؤ اور محمدؐ کی سنت کو ضائع و برباد نہ کرو۔ ان دونوں ستونوں کو قائم و برقرار رکھو اور ان دونوں چراغوں کو روشن کئے رہو''۔[4] اس کے بعد فرماتے ہیں ''اللہ کے ذکر میں بڑھے چلو اس لئے کہ وہ بہترین ذکر ہے اور اس چیز کے خواہشمند ہو

۱- نہج البلاغہ ۳۱۲ ۲- نہج البلاغہ، ۶۹۳ ۳- نہج البلاغہ، ۸۵۲ ۴- نہج البلاغہ ۳۹۰

کہ جس کا اللہ نے پرہیزگاروں سے وعدہ کیا ہے۔ نبیؐ کی سیرت کی پیروی کرو وہ بہترین سیرت ہے اور ان کی سیرت پر چلو، کہ وہ سب طریقوں سے بڑھ کر ہدایت کرنے والی ہے"۔[۱] یہ وہ حضرات تھے جنھیں ہر وقت امت کا خیال رہتا تھا اور خواہشمند رہتے تھے کہ امت سیدھے راستے پر چلے۔ لہٰذا ان الفاظ میں ان خطرات سے دور رہنے کی ہدایت فرماتے ہیں "اے لوگو! مجھے تمہارے بارے میں سب سے زیادہ دو باتوں کا ڈر ہے ایک خواہشوں کی پیروی اور دوسرے امیدوں کا پھیلاؤ۔ خواہشوں کی پیروی وہ چیز ہے جو حق کو روک دیتی ہے اور امیدوں کا پھیلاؤ آخرت کو بھلا دیتا ہے"۔[۲] اس کی اصلاح کیسے ہوتی تو آپ نصیحت فرماتے ہیں" تقویٰ کے لئے اللہ سے اعانت چاہو اور تقرب الٰہی کے لئے اس سے مدد مانگو، اس لئے کہ تقویٰ آج دنیا میں پناہ و سپر ہے اور کل جنت کی راہ ہے۔ اسے اپنے دلوں کا شعار بناؤ اور گناہوں کو اس کے ذریعہ دھو ڈالو"۔[۳] عصبیت سے پاک معاشرہ کے سلسلے میں ہدایت فرماتے ہیں" دیکھو! اپنے ایسے سرداروں اور بڑوں کا اتباع کرنے سے ڈرو جو اپنی جاہ و حشمت پر اکڑتے اور نسب کی بلندیوں پر غرہ کرتے ہوں۔ یہی لوگ تو عصبیت کی عمارت کی گہری بنیاد ہیں"۔[۴] ایرانی شاعر جامی نے مولا علیؑ کے ان ارشادات کو کس خوبصورت انداز میں اپنے شعر میں سمو دیا ہے:

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ در این راہ فلاں ابن فلاں چیزی نیست

فضیلت کے بارے میں خطبہ حجۃ الوداع کی تفسیر ان الفاظ میں فرماتے ہیں" فضیلت ان کے لئے ہے جو پرہیزگار ہیں اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے انہوں نے آنکھیں بند کرلیں اور فائدہ مند پر کان دھر لئے ہیں۔ ان کے نفس زحمت و تکلیف میں بھی ویسے رہتے ہیں جیسے آرام و آسائش میں"۔[۵] کون وہ لوگ ہیں انہیں کیسے پہچانا جاسکتا ہے آپ ان کی شناخت بتلاتے ہیں" ان کے بدن لاغر، ضروریات کم، اور نفس، نفسانی خواہشات سے بری ہیں۔ دنیا نے انہیں چاہا مگر انہوں نے دنیا کو نہیں چاہا۔ اس نے انہیں قیدی بنایا تو انہوں نے اپنے نفسوں کا فدیہ دے کر اپنے کو چھڑا لیا۔ دن ہوتا ہے تو وہ دانشمند، عالم، نیکوکار اور پرہیزگار نظر آتے ہیں"۔[۶]

۱- نہج البلاغہ ۳۱۶ ۲- نہج البلاغہ ۱۸۵ ۳- نہج البلاغہ ۱۱۵ ۴- نہج البلاغہ ۵۱۹
۵- نہج البلاغہ ۵۱۴ ۶- نہج البلاغہ ۵۴۲

قرآن حکیم کی اس آیت ''ایسے لوگ جنھیں خرید وفروخت ذکر خدا سے غافل نہیں کرتی'' کی تفسیر ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں۔ وہ لوگ ایسے ہیں جنھیں تجارت اور خرید وفروخت ذکر الٰہی سے غافل نہیں بناتی۔ کچھ اہل ذکر ہوتے ہیں جنھوں نے یادِ الٰہی کو دنیا کے بدلے میں لے لیا ہے۔ انھیں نہ تجارت اس سے غافل رکھتی ہے نہ خرید وفروخت اسی کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں''۔[۱] عبادت کی مختلف اقسام اور نیت کے بارے میں بتاتے ہیں۔''ایک جماعت نے اللہ کی عبادت تو اب کی رغبت وخواہش کے پیش نظر کی یہ سودا کرنے والوں کی عبادت ہے اور ایک جماعت نے خوف کی وجہ سے اس کی عبادت کی یہ غلاموں کی عبادت ہے اور ایک جماعت نے ازروے شکر و سپاس گذاری اس کی عبادت کی، یہ آزادوں کی عبادت ہے''۔[۲] لوگوں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''اے خدا کے بندے جھٹ سے کسی پر گناہ کا عیب نہ لگا۔ شاید اللہ نے وہ بخش دیا ہو اور اپنے کسی چھوٹے گناہ کے لئے بھی اطمینان نہ کرنا شاید کہ اس پر تجھے عذاب ہو''۔[۳]

دنیا کے بارے میں فرماتے ہیں'' تم اس دار دنیا میں کہ جو تمہارے رہنے کا گھر نہیں ہے مسافر راہ نورد ہو اس میں تمھیں کوچ کرنے کی خبر دی جاچکی ہے اور اس میں رہتے ہوئے تمھیں زاد کے مہیا کرنے کا حکم دیا گیا ہے''۔[۴] صوفیا پر ایک الزام اکثر جہلا لگاتے ہیں کہ انہوں نے دنیا چھوڑنے کی تبلیغ کی دراصل وہ جماعت تارک الدنیا کے معنی کو ہی نہ سمجھ سکی۔ صوفیا کے ولی کا ارشاد ہے۔'' بلاشبہ دنیا اس شخص کے لئے جو باور کرے، سچائی کا گھر ہے اور اس کی باتوں کو سمجھے اس کے لئے امن و عافیت کی منزل ہے اور اس سے زادِ راہ حاصل کرے، اس کے لئے دولتمندی کی منزل ہے اور جو اس سے وعظ ونصیحت حاصل کرے اس کے لئے وعظ ونصیحت کا محل ہے۔ یہ دوستان خدا کے لئے عبادت کی جگہ ہے۔ اللہ کے فرشتوں کے لئے نماز پڑھنے کا مقام، وحی الٰہی کی منزل اور اولیاء اللہ کی تجارت گاہ ہے اس میں انہوں نے فضل ورحمت کا سودا کیا اور اس میں رہتے ہوئے جنت کو فائدہ میں حاصل کرلیا تو اب کون ہے جو دنیا کی برائی کرے جب کہ اس نے اپنے جدا ہونے کی اطلاع دے دی ہے''۔[۵] اسلام رہبانیت میں یقین نہیں رکھتا جب علاء ابن زیاد نے کہا کہ یا امیرالمومنین مجھے اپنے بھائی عاصم ابن زیاد کی آپ سے شکایت کرنا ہے حضرت نے پوچھا کیوں اسے کیا ہوا۔ علاء نے کہا

۱۔ نہج البلاغہ ۸۳۴ ۲۔ نہج البلاغہ ۸۷۶ ۳۔ نہج البلاغہ ۳۸۶ ۴۔ نہج البلاغہ ۳۸۵
۵۔ نہج البلاغہ ۸۴

کہ اس نے بالوں کی چادر اوڑھ لی ہے اور دنیا سے اس کا بالکل بے لگاؤ ہوگیا ہے تو حضرت نے کہا کہ اسے میرے پاس لاؤ جب وہ آیا تو آپ نے فرمایا: اپنی جان کے دشمن تمہیں شیطان خبیث نے بھٹکا دیا ہے تمہیں اپنی آل اولاد پر ترس نہیں آتا کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ اللہ نے جن پاکیزہ چیزوں کو تمہارے لئے حلال کیا ہے اگر تم انہیں کھاؤ، برتو گے تو اسے ناگوار گزرے گا۔ تم اللہ کی نظروں میں اس سے زیادہ گرے ہوئے ہو کہ وہ تمہارے لئے یہ چاہے"۔ ۱

حدیث محمد رسول اللہؐ ہے، **الکاسب حبیب اللہ**۔ روزی کمانے والا اللہ کا دوست ہے۔ امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ امام علی پھاوڑا چلاتے تھے اور زمین کو قابل کاشت بناتے تھے۔ اسلام نے حلال روزی کمانے کو عبادت کا درجہ دیا ہے۔ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا فرماتے ہیں "خدایا، میری آبرو کو غنا و تونگری کے ساتھ محفوظ رکھ اور فقر و تنگ دستی سے میری منزلت کو نظروں سے نہ گرا کہ تجھ سے رزق مانگنے والوں سے رزق مانگنے لگوں"۔ ۲

ایوب بن علیہ حذا کہتے ہیں میں نے امام جعفر صادق کو یہ فرماتے سنا: رسول اللہؐ نے مال غنیمت تقسیم کیا تو حضرت علیؑ کے حصہ میں زمین آئی آپ نے اس زمین میں چشمہ کھودا اور اس کا نام ینبع رکھا لوگوں نے علی کو اس کے لئے مبارک باد دی تو آپ نے فرمایا: س کے اصل وارث کو بشارت دو میں نے اسے خدا کی راہ میں حج کرنے والوں کے نام وقف کر دیا۔ یہ کبھی فروخت نہیں کی جاسکتی اور نہ ہی کسی کو ہبہ کی جاسکتی ہے اور نہ یہ وراثت میں کسی کو حاصل ہوگی" مسلمان اس نکتے کو سمجھیں کہ جو زمین کا ٹکڑا انہیں ملا اس کو مولا علی نے موروثی زمینداری میں تبدیل نہیں کیا بلکہ حجاج کے لئے وقف کر دیا اور اپنی روزی کا ذریعہ مزدوری پر ہی رکھا۔ جب انہیں اطلاع ملی کہ عثمان بن حنیف والی بصرہ نے بصرہ کے جوانوں میں سے ایک جوان کی دعوت کو قبول کیا تو آپ ان الفاظ میں تنبیہ فرماتے ہیں "تم لپک کر ان کی دعوت کھانے پہنچ گئے کہ رنگا رنگ کے عمدہ کھانے تمہیں کھانے کو ملیں۔ مجھے امید نہ تھی کہ تم ان لوگوں کی دعوت قبول کرو گے کہ جن کے یہاں فقیر و نادار دھتکارے گئے ہوں اور دولت مند مدعو ہوں۔ جو لقمے چباتے ہو انہیں دیکھ لیا کرو اور جس کے متعلق شبہ بھی ہو اسے چھوڑ دیا کرو اور جس کے پاک و پاکیزہ طریق سے حاصل ہونے کا یقین ہو اس میں سے کھاؤ"۔ ۳

اولیاء اللہ کی عظمت کے بارے میں فرماتے ہیں "انبیاء سے زیادہ خصوصیت ان لوگوں کو حاصل

۱- نہج البلاغہ ۵۷۳ ۲- نہج البلاغہ ۶۹۳ ۳- نہج البلاغہ ۷۲۵

ہوتی ہے کہ جو ان کی لائی ہوئی چیزوں کا زیادہ علم رکھتے ہیں۔ پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی "ابراہیم سے زیادہ خصوصیت ان لوگوں کو حاصل تھی جو ان کے فرمانبردار تھے"۔ اور اب اس نبی اور ایمان لانے والوں کو یہ خصوصیت ہے۔ حضرت محمدؐ کا دوست وہ ہے جو اللہ کی اطاعت کرے اور ان کا دشمن وہ ہے جو اللہ کی نافرمانی کرے اگرچہ نزدیکی قرابت رکھتا ہو"۔[۱] حضرت امام جعفر صادق صوفی کی تعریف ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں "جو باطن رسول پر زندگی بسر کرے وہ صوفی ہے"۔ رابعہ عدویہ رحمۃ اللہ علیہا سے پوچھا گیا کہ "شیطان اللہ کا دشمن ہے تم اس کو دشمن رکھتی ہو؟ کہا کہ مجھ کو اللہ کی محبت سے اتنی فرصت کہاں کہ اس کی طرف توجہ بھی کروں"۔

صوفیا نے حضرت علیؑ کی ولایت کو رسول اکرمؐ کے اس ارشاد کے مطابق میرے بعد "علی میرے وصی ہوں گے اور یہ علی بھی اس کے ولی ہیں جس کا میں مولا ہوں" جو راستہ حضرت علیؑ نے اپنایا کہ "اگر میں نے ان باتوں پر عمل نہ کیا آنحضرتؐ عمل کرتے تھے تو مجھے ڈر ہے کہ میں ان سے ملحق ہی نہ ہوسکوں گا"۔ وہی اتباع صوفیا نے کی کہ ان باتوں پر عمل کیا کہ جن پر آنحضرت عمل کرتے تھے اور ان کے بعد حضرت علیؑ کو اپنا ولی تسلیم کیا جیسا کہ حسن نظامیؒ نے کہا تھا "خدا کے بعد نبی ہیں، نبی کے بعد علی" صوفیا کا یہی راستہ ہے۔ پھر صوفیا نے جس بات پر سختی سے عمل کیا وہ مولا علی کا ارشاد ہے "جو ہم اہل بیت سے محبت کرے اسے جامہ فقر پہننے کے لئے آمادہ رہنا چاہئے"۔[۲] لہذا جن راستوں پر حضرت علیؑ نے چلنے کو کہا، مثلاً زہد و تقویٰ اختیار کرنے، عالم باعمل، نبی کی سیرت کی پیروی، جاہ و حشمت اور نسب کی بلندی سے دور رہنے، اکل حلال حاصل کرنے اور لقمہ حرام سے دور رہنے، دنیا اور دنیا والوں کے درمیان رہنے، نفس کو نفسانی خواہشات سے آزاد رکھنے، ذکر خدا سے غافل نہ رہنے، لوگوں کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھنے۔ صوفیا نے پوری طرح مولا علی کے ان ارشادات پر سختی سے عمل کیا تاکہ ان کو صفائی قلب حاصل ہوسکے اس لئے ابن حجر نے صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ روز قیامت لوگوں سے علی ابن ابی طالب کی ولایت کی نسبت پوچھا جائے گا۔ اسی لئے میرے مورث اعلیٰ شاہ ہمدان اپنی کتاب مودۃ القربیٰ کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ "بہ طلب برکت کلام قدیم اس کا نام مودۃ القربیٰ رکھا تاکہ مجھے اللہ تعالیٰ ان حضرات علیہم السلام سے میرے ملاقی ہونے کا وسیلہ بنائے"۔

۱- نہج البلاغہ ۸۳۲ ۲- نہج البلاغہ ۸۳۷

۶۶۱ء میں خلافت کے خاتمہ اور موروثی ملوکیت کے قیام کہ جس کے بانی معاویہ تھے، نے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا۔ اس کی بین مثال یہ ہے کہ مسلمانوں سے جزیہ وصول کیا گیا تا کہ اموی حکومت کو غیر مسلموں کے اسلام قبول کرنے سے مالی نقصان نہ اٹھانا پڑے۔ سیاست، سماج اور ہر طرح سے شکل ہی بدل دی گئی۔ ان حالات کے احتجاج میں تصوف نے تحریک کی شکل اختیار کی۔ تا کہ وہ ان حالات میں اسلام کی بقا و تبلیغ کے لئے کام کرسکیں۔ کیونکہ ان اموی، عباسی، حکمرانوں، سلاطین و بادشاہوں اور نوابین کی سیاسی، معاشی اور سماجی پالیسیوں کا کوئی تعلق اسلام سے نہ تھا لہٰذا صوفیا نے ان سے دوری اختیار کی تا کہ ان کی غیر اسلامی پالیسیوں اور ظلم کا حصہ نہ بن سکیں۔ مولانا ضیاء الدین برنی جو چودھویں صدی کے مورخ اور سیاسی مفکر ہیں اور حضرت نظام الدین اولیاء کے مرید بھی ایک واقعہ لکھتے ہیں ”ہارون الرشید بیٹھا تھا کہ قاضی ابو یوسف تشریف لائے، ہارون الرشید نے ان سے کہا کیا آپ ایسا کرسکتے ہیں کہ کسی طرح داؤد طائی سے میری ملاقات کرادیں، میں نے سنا ہے کہ آپ نے اور انہوں نے ابو حنیفہ کے پاس ایک ساتھ تعلیم حاصل کی ہے؟ قاضی ابو یوسف نے خلیفہ کو جواب دیا، میں جب غریب تھا وہ مجھ کو اندر بلوا لیتے تھے لیکن جب سے میں قاضی ہوا ہوں میں بیس مرتبہ ان سے ملنے ان کے دروازہ پر گیا ہوں مگر انہوں نے مجھے اندر نہیں بلایا۔ دراصل داؤد طائی نے ”حب دنیا کو خلوص دل کے ساتھ دشمن بنالیا ہے“ یہ تھا ان حضرات کا ان حکمرانوں اور ان کے انتظامیہ میں شامل لوگوں سے نفرت کا عالم۔

تصوف و عرفان اور صوفیا کی مخالفت علماء کی ایک بڑی تعداد نے کی جن میں سنی و شیعی علماء شامل تھے۔ ان میں ابن تیمیہ کا نام سر فہرست لیا جاسکتا ہے۔ ایران میں صفوی دور میں تصوف کو نشانہ بنایا گیا لیکن اسی دور کے ایک ایرانی عالم قاضی سید نوراللہ شوشتری نے اپنی تصنیف مجالس المومنین میں باب تصوف قائم کیا ہے اور صوفیاء کی سوانح بھی لکھی ہیں صفوی دور کے ان شیعی علماء کے اثرات کو عراق کے شیعی علماء نے بھی قبول کیا اور وہاں سے فارغ شیعی علماء نے اس تحریک کو ہندوستان میں بھی جاری کیا۔ ہندوستان میں مغل عہد سے لے کر نوابان اودھ تک علماء کی ایک بڑی تعداد کو حکومت کی جانب سے زمینیں ملیں اور ۱۶۹۰ء میں اورنگ زیب نے علماء کو دی ہوئی مدد معاش کی زمینوں کو زمینداری میں تبدیل کرکے ان علماء اور ان کے وارثین کا موروثی حق ان زمینوں میں قائم کردیا۔ مدد معاش

برانٹس کے وہ فرامین اس کا بین ثبوت ہیں۔ پھر مغل حکومت کے زوال اور اودھ کی حکومت کے زوال کے بعد برٹش سرکار نے بھی علماء کو زمینداریوں اور القاب سے نوازا اور ان کی برٹش دربار میں نشست کو ریزرو کیا گیا۔ ان قصبات سے متعلق تحصیل کے محافظ خانہ میں رکھے ہوئے استاد ومدارک ان کے زمیندارانہ حقوق کی آج بھی گواہی دے رہے ہیں۔ محلات وحویلیوں میں رہائش اختیار کی۔ گھوڑے اور بگیاں سواری کے لئے مہیا تھیں۔ مولا علی کا تو ارشاد ہے'' جو ہم اہل بیت سے محبت کرے اسے جامہ فقر پہننے کے لئے آمادہ رہنا چاہئے''۔ حضرت نظام الدین اولیاء غیاث پورہ سے کلو کھڑی نماز جمعہ کے لئے ضعیفی کے عالم میں پیدل جاتے تھے جب کسی نے انہیں سواری کے لئے گھوڑا دینا چاہا تو آپ نے فرمایا کہ کیا میرا ثواب کم کرنا چاہتے ہو۔ میر سید علی ہمدانی اپنی گذر اوقات ٹوپیاں سی کر کیا کرتے تھے حضرت محمد مصطفیؐ کے بتائے ہوئے اعمال عبادت وتقویٰ اور فقر میرا امتیاز ہے جس کی صحیح معنوں میں اتباع صوفیائے کرام ہی نے کی۔ انہوں نے دنیا کو عبادت کی جگہ بنایا۔ لیکن جب دنیا نے انہیں قیدی بنانا چاہا تو انہوں نے اپنے نفسوں کا فدیہ دے کر چھڑالیا۔ اور اس میں رہتے ہوئے جنت کو فائدہ میں حاصل کرلیا۔

ہندوستان میں صوفیائے کرام نے اسلام کی تبلیغ اور محبت اہل بیت کی اشاعت کا کام کیا اور ہندوستان جیسے ملک جہاں مختلف مذاہب نے جنم لیا تھا اسلام کو ہندوستانی سماج وثقافت کا حصہ بنادیا اور آپس میں ایسے میل ومحبت کی بنیاد ڈالی کہ جس کا ثبوت آج بھی ان کی وہ درگاہیں ہیں جو ان کے انتقال کے سات سو سال بعد بھی اسی یکجہتی کا مرکز بنی ہوئی ہیں۔ اس لئے کہ صوفیائے کرام نے مولا علیؑ کے ارشاد کے مطابق فقر کا جامہ پہن لیا تھا اور فقیر و نادار لوگ جنہیں سلاطین، امراء نوابین اور زمیندار دھتکار تے تھے ان کے مسیحا بن گئے۔ کل ان کی خانقاہیں طلباء غریب، نادار، مریض، پریشان حال، دنیا کے ستائے ہوئے اور بے گھر بے در لوگوں کے لئے لطف وکرم کا مرکز بنی ہوئی تھیں اور آج ان کی درگاہیں بھی اسی کار خیر کا مرکز بنی ہوئی ہیں۔ صوفیا مولا علیؑ کی ولایت کے اس طرح قائل تھے:

چنین کہ از در ہمت گدائے کوئے توشد
کہ ہیچ سلطنتی خوشتر از گدائی نیست

ہم اسی لئے ہمت سے کام لیکر تیری گلی کے فقیر بن گئے ہیں کہ کوئی بادشاہت تیری فقیری سے بہتر نہیں۔